* عمران علی

صوفی اور سماجیات

Abstract:

The highest virtue is one of the human beings to build a relation in society. In social relations, action and reaction are not one-sided but two-sided, it can be positive and negative. With the passage of time there is lot of changes in the society. Change is a broad concept. Sufi's has always fostered a positive relationship in human society and kept them in love. Sufi's instructions have become part of the culture. Sufism is a feature of Sufi life. This is a lesson of spirituality that can be followed to achieve goals. Peace in society is not possible without following the teachings of Sufism. He strengthened peace, security, love, sincerity, equality and eradicated hatred, desire, disgust and sectarianism to create an atmosphere of change in the society. They played a vital role to promote the human values in reforming the spread of Islam.

Keywords: *Society, Sufi, Life, Peace, Vital role, Promote,*

دین بنیادی طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مجموعہ ہے۔ بنی نوع انسان کو اس سے آگاہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ جنھوں نے انسانوں کی ظاہری اور باطنی طور پر رہنمائی کی اور سماج میں رہنے کے اصول دیئے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے جہاں اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور اسی کی عبادت کی تلقین فرمائی، وہاں سماج کے اندر باہمی میل ملاپ کے اصول بھی بتائے، جو تا قیامت انسانوں کے لیے سدِ راہ ہیں۔ اس مقدس فریضہ کو بعد میں خلفائے راشدین، آپ کی ترتیب یافتہ جماعت (صحابہؓ کرام)، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور صوفیاء عظام نے بڑے احسن طریقے سے انجام دیا۔

سماجیات/عمرانیات (Sociology)

سماج میں فرد ایک اکائی کہلاتا ہے، دو اکائیوں (مرد اور عورت) کے یکجا ہونے سے خاندان بنتا ہے اور بہت سے خاندانوں سے سماج تشکیل پاتا ہے۔ سماج/ معاشرے میں امن و آشتی اور مل جل کر رہنے کے لیے انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور عمرانیات کے ماہرین جو اصول مرتب کیے، اسے سماجیات/عمرانیات کا علم کہا جاتا ہے۔ عام فہم میں اسے انسان کی سماجی زندگی کا مطالعہ اور موجودہ دور میں اسے جدید سائنس بھی کہا جاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی پیدائش سے ہی اس علم کی ابتدا ہوگئی تھی، تاہم اس پر بہت دیر بعد توجہ دی گئی۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس علم کا ماضی طویل اور تاریخ مختصر ترین ہے۔(1)

قرآن مجید میں خدا کو ایک ماننے اور اسی کی عبادت کرنے، کائنات کی حقیقت پر غور وفکر، قوموں کے عروج وزوال کو جہاں قصص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے، وہاں سماج میں امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ سماجیات کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمھیں آپس میں پہچان ہو، بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔''(2)

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی قرآن مجید کا عملی نمونہ ہے۔ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست بنیاد رکھی تو بھائی چارے اور مل جل کر رہنے کے لیے ''مواخات مدینہ، یہودیوں اور اطراف و اکناف کے قبائل سے امن کے معاہدے'' تشکیل دیئے، جو آج بھی تاریخ انسانی میں سماجی اعتبار سے بہترین معاہدے قرار دیئے جاتے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے فرمودات (Charter of Humanity) بلاشبہ پوری نوع انسانی کے لیے زریں اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

> ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا (۱) کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو مار ڈالنا جس کو خدا نے حرام قرار دیا مگر حق شرعی کے طور پر مار ڈالنا جائز ہے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی کے روز بہشت دکھانا (۷) پاک دامن مومن اور بے

خبر عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔"(3)

موجودہ دور میں سماجیات ایک علم کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس کی ابتدا اور تاریخی پس منظر کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر دور میں مفکرین اور محققین نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی۔ انیسویں صدی میں علم و ادب کی دنیا میں بڑے بڑے محقق، فلسفی، مفکر اور نقاد پیدا ہوئے۔ جنھوں نے روئے زمین پر بسنے والوں کو جدید علوم کی راہ پر گامزن کر دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحسن نے اپنی کتاب 'اردو تنقید کا عمرانی دبستان، میں ایلن سونج وڈ، لیونسن اور ڈینا کے حوالے سے لکھا ہے:

> "عمرانیات لازمی طور پر انسان کا معاشرے میں معروضی اور سائنسی مطالعہ ہے۔ اس میں ہم سماجی اداروں اور سماجی اعمال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ معاشرے کا وجود کس طرح ممکن ہے۔ معاشرہ کس طرح عمل پذیر ہوتا ہے اور یہ کیونکر قائم رہتا ہے۔"(4)

انیسویں میں فرانسیسی مفکر آگسٹ کامت (August Comte) نے جدید سماجیات/عمرانیات کی بنیاد رکھی۔ اس نے وسیع المطالعہ کے بعد انسانی افکار و خیالات کی پوری تاریخ کو تین حصوں میں منقسم کیا۔ اس ضمن میں عائشہ بیگم رقم طراز ہیں:

> "(1) مذہبیاتی دور (2) مابعدالطبیعاتی دور (3) سائنسی دور۔ اس کا خیال تھا کہ انیسویں صدی سے سائنسی فکر کی ابتداء ہوئی۔"(5)

آگسٹ کامت کے بعد دوسرا بڑا نام برطانوی مفکر ہربرٹ اسپنر (Herbert Spencer) ہے۔ اس کا بڑا کارنامہ The Principal of Sociaolgy (اصولِ سماجیات) ہے۔ (6)) بلاشبہ اس موضوع پر اپنے وقت کی یہ سب سے بڑی کتاب ہے۔ جس میں اسپنر نے آگسٹ کے خیالات کو عملی جامع پہنایا ہے۔ ماہرین سماجیات کے سماجی نظم و نسق کے حوالے سے چند اصول وضع کیے ہیں:

سماجی نظام:

بنیادی طور پر انسان کی اجتماعی زندگی معاشی، سماجی، تمدنی ضروریات، سماجی تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ جس کے لیے ہر فرد اپنی بساط کے مطابق سماج کے لیے کردار ادا کرتا ہے۔ یہ فرد سماج میں مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مرد کسی کا باپ، بیٹا، بھائی، افسر، ماتحت ہوسکتا ہے۔ یہ مرد صبح سے شام تک مختلف حیثیتوں میں اپنا کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔

سماجی ڈھانچہ:

اگر ہم دورِ جدید کے تناظر میں دیکھیں تو معاشرے میں متعدد سماجی و معاشرتی تبدیلیاں رونما

ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ زمانۂ قدیم میں مشترکہ خاندانوں کا رواج تھا۔ ایک خاندان کے تمام افراد مل کر ایک ساتھ رہا کرتے تھے۔ دورِ جدید میں یہ رواج ختم ہو رہا ہے۔ دورِ قدیم میں مشترکہ خاندان میں بالخصوص خواتین کو شخصی آزادی حاصل نہیں تھی۔ اب حالات مختلف ہیں۔ اسی طرح شخصی آزادی کا فروغ، شادی میں تاخیر، شہری معاشرہ، نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد، بے روزگاری میں اضافہ، معاشرے میں خواتین کا کردار، تعلیم کا فروغ، میڈیا کا سماج میں کردار بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی حوالے سے عائشہ بیگم لکھتی ہیں:

> "خاندان سماجی ڈھانچہ کا ایک اہم جز ہے لیکن اس کے ہزاروں نمونے موجود ہیں۔ جاپان سے چلی اور پیرو تک، ٹنڈرا کے خطے سے لے کر نیوزی لینڈ تک خاندان کے ڈھانچے الگ الگ ملتے ہیں۔"(7)

سماجی ادارے:

سماجی ادارے سے مراد سماجی تنظیم ہے جس سے سماجی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ سماج مختلف اداروں کے ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔ جن میں خاندان، معیشت، سیاست، مذہب اور تفریح قابلِ ذکر ہیں۔ یہ سماجی نظام کے ستون کہلاتے ہیں۔ ان سماجی اداروں میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے نبی آخر الزمان ﷺ کے بعد دورِ خلافت آیا۔ اس کے بعد شہنشاہیت پھر قبائلی وسرداری نظام، جمہوریت، سوشلزم۔ سماجی ادارے انھی نظاموں کے دائرہ کار میں کام کرتے رہے ہیں۔ معاشرے میں سماجی اداروں کا مقصد اجتماعی زندگی کی تکمیل ہے۔ اس کے بغیر معاشرے ترقی کے زینے طے نہیں کر سکتے۔

سماجی تعلقات:

سماج میں تعلقات بنانا انسانی صلاحیتوں کی اعلیٰ ترین خوبی ہے۔ سماج میں انسان کو دفتر اور گھریلو تعلقات کے علاوہ بہت سے دیگر تعلقات بھی نبھانا پڑتے ہیں۔ ان میں خاندان کے اندرونی تعلقات، محلہ اور کمیونٹی کے تعلقات وغیرہ۔ سماجی تعلقات وہ بنیادی اکائی ہے جس سے سماج کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

سماجی طریق:

سماجی تعلقات میں عمل اور ردِ عمل یک طرفہ نہیں ہوتا بلکہ دو طرفہ ہوتا ہے۔ یہ عمل مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی۔ مثال کے طور پر آپ کو کوئی ملنے آئے تو آپ ناگواری کا اظہار کریں تو آپ کا یہ عمل

منفی پہلو کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ خوش گواری سے پیش آئیں تو آپ کا یہ عمل مثبت پہلو کہلائے گا۔ یہ دونوں عمل ہم روزانہ بار بار دہراتے ہیں، اسی کو سماجی طریق کہا جاتا ہے۔ ماں، باپ کا ادب، بچوں سے محبت، تعلیم جیسے معاملات سماجی طریقے کی بہترین مثالیں ہیں۔

سماجی تبدیلیاں:

سماج میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ انسانی پیدائش سے لے کر اب تک سماجی تبدیلیوں کی تاریخ طویل ہے۔ تبدیلی ایک وسیع تصور ہے۔ سماج میں تبدیلیوں کی کئی وجوہات ہیں ان میں سیکھنے کا عمل، سیاسی عوامل، معاشرتی، قدرتی اور سماجی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ تمام معاشروں میں سیکھنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ ایک معاشرہ کسی ایک میدان میں دوسرے سے آگے ہوتا ہے اور دوسرا معاشرہ کسی دوسرے میدان میں۔ جب کوئی قوم معاشی اعتبار سے ترقی کرتی ہے تو اس کے ہاں علم سے وابستگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ترقی یافتہ اقوام غریب ممالک کی امداد کرتی ہیں اور اپنی دولت میں اضافہ کرنے کے لیے وہاں سرمایہ کاری بھی کرتی ہیں۔

صوفی:

لفظ صوفی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے اردو زبان و ادب میں معنی متقی، پرہیز گار اور نیک صفت کے ہیں۔ صوفی کا مشتق ''صف'' ہے یعنی طالب الی اللہ اور متوجہ الی اللہ۔ اس کا دوسرا ماٰخذ ''صفا'' ہے یعنی اعمال کی پاکیزگی و طہارت ہی انسان کو خدا کے قریب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک ماٰخذ ''اصحابِ صفہ'' بھی ہے۔ اس کے علاوہ لفظ صوفی کی بہت سی تعریفیں اور توضیحات کی گئی ہیں۔ لفظ صوفی کی تعریف کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد عبدالصمد فرماتے ہیں:

> ''جس نے اپنا دل ماسوائے اللہ سے پاک کر لیا اور نبی کریم ﷺ، ان کے دوستوں (یعنی پیرانِ طریقت) کی پیروی میں ہمیشہ مصروف رہے۔''(8)

اسی طرح لفظ صوفی کے حوالے سے ڈاکٹر میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

> ''ایک خیال یہ ہے کہ چونکہ صوفیاء کرام کی زندگی ''اصحاب صفہ'' سے مطابقت اور مماثلت رکھتی ہے۔ اس لیے اس کو ''صوفی'' کہا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ صحابہ کرام (جن کی تعداد 70 بتائی جاتی ہے) نے دنیوی تعلقات کو ختم کر دیا تھا اور ''فقر الی اللہ'' اختیار کیا تھا۔ وہ صرف ایک کپڑے میں زندگی گزارتے تھے۔ ان کو کبھی دو قسم کا طعام نصیب نہیں ہوا۔ وہ چونکہ مسجد نبوی کے ایک ''صفہ'' میں رہائش اختیار کر رکھی گئی اس لیے ان کو ''اہل صفہ'' کہا جاتا

تھا۔''(9)

حضرت شیخ سید ابوالحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں اہلِ تصوف کی قسمیں بیان کی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

''اہلِ تصوف کے ہاں صوفیوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ صوفی: اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو حق میں فنا کر دے اور اس کے اندر کوئی کدورت اور تیرگی باقی نہ ہو۔

۲۔ متصوف: اس شخص کو کہتے ہیں جو مجاہدہ سے اس درجے کے حصول کے لیے کوشاں ہو اور اس کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو اور اپنے معاملات کو درست کرنے کی سعی میں مشغول ہو۔ یعنی جو سچا صوفی بننے کی کوشش میں لگا ہوا ہو۔

۳۔ مستصوف: وہ ہے جو دنیا کا مال و متاع اور مرتبہ و عزت حاصل کرنے کے لیے اہلِ تصوف کی وضع و قطع اور طور و اطوار اختیار کیے ہوئے ہو۔ مگر صفا و تصوف کی اسے کچھ خبر نہ ہو............''(10)

تاریخی پس منظر:

چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں دنیا کا کوئی بھی مذہب اپنی اصل ہیئت پر قائم نہ تھا۔ انبیاء کرام کی تعلیمات مسخ ہو چکی تھیں۔ انسانوں کی عملی زندگی اخلاقیات اور خدا کی تعلیمات کا درس بھول کر گمراہی اور ضلالت کی دلدل میں پھنس چکی تھی۔ اس وقت اللہ رب العزت خداوندیم نے اپنے آخری نبی الزمان حضرت محمد ﷺ کو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے دورِ نبوت میں امن و محبت اور دینِ اسلام کا پیغام خلقِ خدا میں عام کیا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ تا قیامت انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد اس مشن کو صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور صوفیا عظام نے جاری رکھا۔

برصغیر میں صوفیا کی آمد:

عرب کے دیگر انواع میں بہت سی غیر مسلم قومیں آباد تھیں جو بہت سے خداؤں کی عبادتوں میں مشغول تھیں۔ ان میں بتوں، چاند، ستارے اور سورج کی پرستش کے ساتھ ساتھ جانوروں کی بھی عبادت کی جاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی اسلام کی کرنیں عرب سے نکل کر ہند، شام، مصر، چین اور افریقہ تک پہنچ چکی تھیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں اسلام بلادِ عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی مستحکم ہوا۔ اسلام کی آمد سے قبل بھی صوفی ازم موجود تھا، مگر یہ

رہبانیت کی تعلیم دیتا تھا کہ دنیا سے کنارہ کشی کر کے دور جنگلوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادات کی جائیں۔اصل صوفی ازم (تصوف) کی بنیاد اسلام نے رکھی۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے تربیت پانے والی جن ہستیوں نے کسبِ فیض حاصل کیا، انھیں تابعین کہا جاتا ہے۔جنھوں نے تابعین کی پیروی کی، وہ تبع تابعین کہلائے۔ یہ لوگ مکمل طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ انھوں نے جابر اور ظالم حکمرانوں کے مظالم کو ختم کرنے کے لیے عام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ یزید کے دور میں واقعۂ کربلا اور اس کے بعد اس کی افواج نے مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے علاوہ خانوادہ اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا دین دار طبقہ متنفر ہو گیا اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔ یہی وہ حالات تھے جب صوفیا کا پہلا طبقہ وجود میں آیا۔ ان میں حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت محمد واسع، حضرت حبیب عجمی، حضرت فضیل بن عیاض اور ابراہیم ادھم کے نام قابلِ ذکر ہیں؛ انھی صوفیا عظام نے اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھا اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

وقت کے ساتھ حاکم وقت کے ہاتھ سے عدل و انصاف اور امن و محبت کا دامن گرنے سے عوام الناس ان کے رویے سے پریشان رہنے لگی۔تو پھر خدا کے ان برگزیدہ بندوں نے مظالم سے تنگ آ کر آبادیوں سے دور قیام کیا۔ عام لوگ ان کے پاس اپنے احوال کی اصلاح کے لیے آنا شروع ہوئے تو وہاں خانقاہیں بننا شروع ہو گئیں۔عوام الناس کی تربیت گاہیں قیام پذیر ہوئیں۔تصوف کا باقاعدہ نظام بن گیا۔صوفیاء کرام دیکھتے جہاں کسی خطے میں اسلام کی جگہ بت پرستی یا ظلم وستم کا بازار گرم ہے تو یہ آبائی علاقوں کو چھوڑ کر وہاں مقیم ہو جاتے اور اپنے فیوض و برکات سے اس خطے کو نوازتے۔

برصغیر میں صوفیاء کرام کی آمد کے حوالے سے دیکھا جائے تو 711ء میں محمد بن قاسم نے سندھ کے راجا داہر کو شکست دے کر اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ سندھ کے باسی بدھ مذہب کے ماننے والے تھے۔عوام نے عرصۂ دراز ظالم حکمران کے مظالم برداشت کیے۔ انھوں نے مسلمانوں کی آمد کو رحمت سمجھا اور محمد بن قاسم کے کردار سے متاثر ہوئے۔ اسی دور میں بے شمار لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اپنی کتاب 'پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' میں مولانا عبدالحلیم شرر کی کتاب 'تاریخ سندھ' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''محمد بن قاسم کے حالات بتاتے ہیں کہ وہ نہایت ہی رحمدل اور منصف مزاج تھا۔لڑائی کے وقت جو سختیاں اس کے ہاتھ سے ہوئیں وہ سب فاتحوں سے ہوتی رہتی ہیں......لیکن فتح کے بعد جیسا کہ رحمدل اور بنی انسان پر رحم کھانے والا وہ تھا شاید دنیا کے فاتحوں میں اور کوئی نہ ملے گا۔''(11)

محمد بن قاسم نے برصغیر (سندھ) میں اسلامی روایات کی بنیاد رکھی۔ وہاں کے باسیوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی علوم میں دلچسپی لی اور اسلام کے لیے بے بہا خدمات انجام دیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ عربوں کی حکومت کمزور ہونے سے مقامی امراء نے طاقت پکڑ لی اور اپنی الگ جاگیریں اور ریاستیں بنا لیں۔ مسلمانوں کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اشاعت اسلام رہا۔ مسلمان فاتحین جہاں بھی گئے۔ انھوں نے اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ ان کے حسن و اخلاق اور انسان دوستی کی وجہ سے بے شمار لوگ اسلام کی جانب راغب ہوئے۔ محمد بن قاسم کے دور کے بعد صوفیاء عظام نے برصغیر کا رخ کیا۔ برصغیر میں مختلف سلسلوں کے صوفیاء کرام نے اپنی اپنی خدمات انجام دیں۔ ان صوفی بزرگوں کے سلسلوں میں سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ قلندری، سلسلۂ سہروردی، سلسلۂ نقشبندیہ زیادہ مشہور ہیں۔

ان صوفیاء کا مقصد قربِ الٰہی تھا کیونکہ صوفی خود کو فنا کر کے ذاتِ حق کا متلاشی ہوتا ہے۔ یہ قول و فعل میں یکساں ہوتا ہے۔ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا، عبادات میں اخلاص، خلقِ خدا سے محبت سادہ زندگی بسر کرنا صوفی کے طریقہ میں ہے۔ صوفی اپنی زندگی میں دنیوی معاملات پر کم توجہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دولت پر قناعت، ضروری لباس، غیر ضروری اشیاء سے اجتناب، امیری پر فقیری کو ترجیح، شکم سیری، غرور و فخر سے کنارہ کشی، خلق خدا کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار، بھلائی کے کاموں میں ہمہ تن گوش، توجہ الی اللہ، آزمائش پر صبر، اللہ کے ہر فیصلے پر راضی، مسلسل مجاہدہ نفس اور نفس امارہ سے دشمنی پر محیط ہوتی ہے۔ اسی طرح صوفیا کی تعلیمات میں اخلاص، احسان، بیعت، اتصال، تزکیۂ نفس، حق بات، ذکر لسانی و قلبی، سلوک، سماع، شطحیات، فنا و بقا، وجد، ہدایت، طریقت، معرفت، حقیقت، شریعتی تعلیمات کا خاصہ ہیں۔

زیادہ تر صوفیانہ سلاسل کی ابتدا حضرت خواجہ حسن بصری سے ہوتی ہے۔ صوفیاء کرام نے دینِ اسلام کی تبلیغ اور صوفیانہ تعلیم پھیلانے کے سلسلے میں دور دراز سفر کیے اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ان صوفیا میں بڑا نام حضرت داتا گنج بخش کا ہے۔ آپ افغانستان کے علاقے ہجویر سے ہجرت کر کے لاہور میں مقیم ہوئے۔ آپ حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے مرید تھے۔ آپ اپنے مرشد کے حکم سے لاہور میں آئے۔ اس سے پہلے آپ کے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی لاہور میں موجود تھے۔ آپ نے جب لاہور میں قدم رکھا تو آپ کے پیر بھائی کا جنازہ لاہور سے باہر آ رہا تھا۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ نے ہمیشہ لوگوں کو شریعت کی پابندی کی تلقین کی۔

صوفیا کرام میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا بڑا مقام ہے۔ سلسلۂ قادریہ آپ سے منسوب ہے۔ آپ اخلاق محمدی کے عملی پیکر تھے۔ آپ ہر ایک کے تواضع و تکریم سے پیش آتے۔ آپ کی محبت

اور شفقت کا انداز ایسا تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ آپ اسی سے زیادہ محبت اور شفقت رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تبلیغ سے بے شمار غیر مسلموں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو مسلمان کیا۔ آپ کے وعظ میں بڑی تاثیر تھی۔ لوگ دور دراز سے آپ کا وعظ سننے آتے۔ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا: ''آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں پر، اپنے خرید و فروخت پر اور اپنے شہر کے حاکم پر ہر چیز کو جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے اور ہر شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے، تو وہ تیرا معبود ہے۔'' (12)

صوفیا کرام نے اسلام کی تبلیغ لوگوں میں منتقل کرنے اور صحیح معنوں میں سماج میں رہنے کے اصول وضع کیے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر میمن لکھتے ہیں:

> ''صوفیاء کرام جہاں جہاں رہتے تھے، وہاں انھوں نے خانقاہیں قائم کیں، جہاں طلبہ، مسافروں، غریبوں اور مسکینوں کے لیے عام لنگر کا انتظام کیا۔ ہر خانقاہ کے ساتھ مسجد اور دینی مدرسہ بھی ہوتا تھا، جہاں دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا۔''(13)

صوفی عظام میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہیں۔ چشت خراسان کے ایک شہر کا نام ہے۔ جہاں بزرگانِ دین روحانی اصلاح کی تربیت کی خدمات انجام دیتے۔ آج بھی اسی سلسلے کے بزرگ اپنے مرشد کے افکار و اذکار عوام الناس کو منتقل کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں صاحبزادہ مقصود احمد صابری لکھتے ہیں:

> ''حضرت خواجہ صاحب ہندوستان اور پاکستان کے عوام میں سنجری اور اجمیری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا اجمیری کہلایا جانا تو اس سبب سے ہے کہ آپ کی عمر عزیز کے چالیس برس اجمیری میں گزرے۔ لیکن چشتی مشہور ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ کے پیر طریقت حضرت خواجہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے۔ چشت نگر ہرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ موجودہ جغرافیہ اور نقشہ میں اس مقام کا نام اب شافلان لکھا جاتا ہے۔''(14)

حضرت خواجہ معین چشتی پیدائشی مادر ولی اور صاحب کشف و کرامات والے بزرگ ہیں۔ جو شخص بھی آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھتا فوراً ایمان لے آتا۔ برصغیر میں بت پرستی کا عام رواج تھا۔ آپ نے وہاں جا کر توحید و رسالت کا نعرہ بلند کیا۔ اسی وجہ سے آپ کو نائب رسول اور سلطان الہند جیسے خطابات سے نوازا گیا۔ آپ نے حضرت عثمان ہارونی کے ہاتھ بیعت کی۔ آپ نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر حاضری دی اور وہاں چلہ کشی کی۔ وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے آپ کا کہا ہوا شعر

عوام الناس میں مقبولِ عام ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

قلندری سلسلہ صوفیاء کرام کی وضع کی ہوئی اصطلاح ہے۔طریقت کے ان سالکوں کو قلندر کہا جاتا ہے۔یعنی ان کا ظاہری عمل عام لوگوں کی نظر میں اتنا زیادہ پسندیدہ عمل نہ ہو۔ یہ عام لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اپنی تمام تر خواہشات کو ترک کر کے راضی بہ رضا رہتے ہیں۔''قلندر اس کو کہتا جاتا ہے، جو دونوں جہانوں سے آزاد ہو اور صرف معبود میں محو ہو۔''(15)

اقبال کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق(16)

اس سلسلہ کے عظیم صوفی بزرگ حضرت لال شہباز قلندر ہیں۔آپ کی تبلیغ سے لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے۔آپ نے سیہون اور سندھ کے دوسرے شہروں میں سخت جدوجہد کر کے برائیوں کا قلعہ قمع کیا۔

سہروردی سلسلہ بھی ایک قدیم سلسلہ ہے۔ اس کی بنیاد شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی نے رکھی۔تاہم اس سلسلے کو تقویت حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی سے ملی۔ دیگر صوفیا کرام سے ہٹ کر حضرت غوث بہاؤالدین زکریا نے اس بات کو ضروری سمجھا کہ مسلمان حکمرانوں میں تبدیلی پیدا کی جائے اور ان سے اسلام کی خدمت کا کام لیا جائے۔سلطان التمش کا شمار آپ کے مریدوں میں ہوتا ہے۔ڈاکٹر میمن آپ کی خانقاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ملتان میں آپ کی بڑی خانقاہ تھی، جس میں درس و تدریس کے ساتھ، صوفیائے کرام کی تربیت ہوتی تھی۔ رشد و ہدایت کے لیے جماعتیں تیار کی جاتی تھیں اور فقراء اور مساکین کی مالی مدد کی جاتی تھی۔ آپ کے مطبخ میں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے اور مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کو کھلائے جاتے تھے۔ آپ کو مال و دولت کی کبھی کمی محسوس نہ ہوئی۔کبھی کوئی حاجت مند آپ کے ہاں سے محروم نہیں گیا۔''(17)

نقشبندی سلسلہ کے بانی حضرت بہاؤالدین نقشبندی بخاری ہیں۔آپ قالین بافی اور قالینوں پر نقشبندی کرتے اور کراتے تھے۔اسی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہوئے۔نقشبندی سلسلہ کا شجرہ طریقت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔

صوفیا کرام کی زندگیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا اصل مقصد عوام الناس کو سماج میں امن و آشتی سے رہنے کے لیے دینی و دنیاوی اصولوں پر کاربند کرتے ہوئے اسلام کی روشنی سے روشناس کروانا تھا۔صوفیاء کرام نے سماج میں لوگوں کی تربیت اس طرح سے کی کہ ان کو دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو اور ان کا دل یادِ الٰہی کی طرف راغب ہو۔صوفیاء کرام نے ہمیشہ انسانوں کو پیار و محبت کی لڑی میں پروے رکھا تاکہ سب انسان پرامن ماحول میں خوشگوار زندگی بسر کر سکیں۔انھوں نے شریعت پر عمل کرتے ہوئے برداشت، رواداری کو فروغ دیا۔ برصغیر میں صوفیا کی تعلیمات ہماری ثقافت کا حصہ بن چکی ہیں۔تصوف صوفیا کی زندگی کا خاصہ رہا ہے۔تصوف روحانیت کا ایسا سبق ہے جس پر عمل پیرا ہو کر روحانیت کی منازل طے کی جا سکتی ہیں۔صوفیا کرام نا صرف تبلیغ و وعظ سے اپنے پیغام بلکہ ادب کی لطیف صنف شاعری کو ذریعۂ اظہار بنایا۔صوفیانہ کلام میں شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت شاہ حسین، حضرت سلطان باہو، حضرت بابا بلھے شاہ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی وغیرہ، جنھوں نے اپنے کلام میں بنی نوع انسان کی بھلائی، محبت، رواداری، اخلاقیات، شریعت احکامات کی پابندی، بھائی چارے کا درس دیا۔انھوں نے اپنے پیغام میں دعوت عام دی کہ انسان خود کو پہچاننے اس کے بعد بھی حقیقت شناسی اور ذات مطلق کا عرفان حاصل ہوگا۔

شاہ حسین کا شمار پہلے کافیاں لکھنے والے صوفی شعرا کرام میں ہوتا ہے۔انھوں نے اپنی کافیوں میں بنی نوع انسان کو دنیا سے منہ موڑ کر اللہ رب العزت سے ناطہ جوڑنے، گمراہی کے راستے سے بچانے، آخرت کی تلقین کرنے، دنیاوی خواہشات سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ان کی کافی 'ماٹی سیئوں رَل جاناں'، اس میں انھوں نے انسان کو غرور و تکبر، نخوت اور گمراہی سے بچنے اور آخرت کی طرف دھیان دینے کی تلقین کی ہے۔کافی ملاحظہ فرمائیں:

کیوں گمان جِند وَنی؟ آخر ماٹی سیئوں رَل جاناں!
ماٹی سیئوں رل جاناں تے تاں سر پر دُنیا جاناں
میر، ملک پاتشاہ شہزادے جو آچندن لاندے
خوشیاں وچ رہن متوالے ننگی پیریں جاندے
لا اُبالی درگاہ صاحب دی کہیں نہ چلدا ماناں
آپو آپ جناب پچھیسی کہے حسین فقیر نماناں(18)

حضرت سلطان باہو کا شمار بھی مشہور پنجابی صوفی شعرا میں ہوتا ہے۔آپ کے ہر کلام میں 'ھو' کا لفظ ذات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔'ابیات باھو' اپنی قسم و نوعیت کے لحاظ سے صوفیانہ اور

پنجابی شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ کلام ملاحظہ فرمائیں:

پڑھ پڑھ علم کرن تکبر، حافظ کرن وڈیائی ھو
گلیاں دے وچ پھرن نمانڑے ، وتن کتاباں چائی ھو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا، اوتھے پڑھن کلام سوائی ھو
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باھو ، جنھاں کھادھی ویچ کمائی ھو(19)

حضرت سلطان باہو اپنے اس کلام میں ایسے انسان جو ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد تکبر و غرور میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل طریقت کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ ایسے لوگ اپنی کتابوں کو اٹھا کر گلی گلی پھرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل صرف اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس طرح کے لوگ دو جہانوں میں عرفانِ حق سے محروم رہتے ہیں۔

عظیم صوفی شاعر بابا بلھے شاہ ، حضرت عنایت شاہ قادری کے مرید تھے۔ انھیں اپنے مرشد سے بے حد لگاؤ تھا۔ حضرت بلھے شاہ جانتے تھے کہ روحانی کمالات اور آخرت میں نجات کا وسیلہ مرشد کی ذاتِ اقدس ہی ہے۔ مرشد کا دامن پکڑ کر ہی دین و دنیا میں انسان سرخرو ہوتا ہے۔ اپنے مرشد کی عقیدت میں لکھتے ہیں:

بلھے شاہ دی سونہہ حکایت
ہادی پکڑیاں ہوگ ہدایت
مرا مرشد شاہ عنایت
اوہ لنگھائے یار(20)

بابا بلھے شاہ کی کافی ملاحظہ فرمائیں، جس میں وہ آخر میں یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ذات مطلق صرف ایک ہی ہے۔ اسی سے لگاؤ میں سارے راز پنہاں ہیں:

اول آخر آپ نوں جاناں
نہ کوئی دوجا ہور کوئی پچھاناں
میں تھوں ھور نہ کوئی سیاناں
بلھیا شوہ کھڑا ہے کون؟
بلھیا کیہ جاناں میں کون؟(21)

اسی طرح حضرت حضرت بابا فرید گنج شکر نے بھی پنجابی زبان میں اپنا صوفیانہ کلام لکھا، جن کو اشلوک کہا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور آخرت کی فکر، صبر کی تلقین، عبادتِ الٰہی، دنیا اور آخرت کے موضوعات ملتے ہیں۔ ان کے چند اسلوک پیش خدمت ہیں:

فریدا! جے توں عقل لطیف ہیں، کالے لکھ نہ لیکھ
آنپڑے گریوان میں سرنیواں کر کے ویکھ (22)

ترجمہ: "(اے فرید! اگر تیری عقل پاک اور صاف ہے، تو کالے حرف نہ لکھ (یعنی: گناہ نہ کر) اپنے گریبان میں منہ کر کے دیکھ)"

فریدا! چار گوائیاں ہنڈ کے، چار گوائیاں سم
لیکھا رب منگیا توں آہو کھڑے کم (23)

ترجمہ: "(اے فرید! چار پہر زندگی کے دنیا کے دھندوں میں گزر گئی اور چار پہر غفلت کی نیند سونے میں گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ جب حساب لے گا تو یہ کس کام آئیں گی۔"

صوفیا کرام نے انسانوں کی فلاح کے لیے ظلم، جبر اور استحصال کا مقابلہ کیا اور اس وقت کے حکمرانوں سے تعلقات پیدا کر کے ان کو ظلم اور جبر سے باز رکھنے کی سعی کی اور انھیں شریعت کی پابندی پر آمادہ کیا۔ صوفیاء کرام کے بارے میں ایک غلط تاثر بھی دیا جاتا ہے کہ صوفیاء کرام شریعت کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ بعد نام نہاد صوفیاء کرام کے طرزِ عمل نے صوفیاء کرام کے روحانی مشن کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے۔ صوفیاء کرام جو مختلف صوفیانہ سلاسل سے وابستے تھے اور صوفیانہ تعلیم کا عملی درس دیتے تھے۔ اسلام کی خدمت انجام دیتے تھے۔ شریعت کے پابند اور لوگوں کو بھی شریعت کی پابندی کی تلقین بھی کرتے تھے۔ ان سلاسل کے بزرگ دینی علوم کے عالم اور فاضل بھی ہوتے تھے۔ انھی صوفیاء کے اخلاق اور تعلیم و تربیت کی وجہ سے لوگوں میں اخوت، مساوات، رواداری، صلح جوئی، امن پسندی پیدا ہوئی اور صحت مند معاشرہ وجود میں آیا۔ امن و سلامتی کی فضا پیدا ہونے کے ساتھ حکمرانوں کے ظلم و زیادتی میں کمی واقع ہوئی۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ حق اور سچ بات کہی اور اسی کی دوسروں کو تلقین کی۔

آج کے موجودہ دور میں ہمیں انھی صوفیاء کرام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہم کرۂ ارض پر اچھی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ صوفیاء کرام نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی پیروی کی۔ انسانی بقا کا واحد راستہ اسلام ہی ہے۔ اس پرفتن دور میں اہلِ ثروت لوگ اپنے تمام مسائل کا حل انھی تعلیمات سے نکالتے ہیں۔ دنیا میں کامیابی اور آخرت میں فلاح کا واحد ذریعہ انھی بزرگوں کا تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ انھوں نے معاشرے میں تبدیلی کی فضا قائم کرنے کے لیے امن، سلامتی، رواداری، محبت، اخلاص اور برابری کو تقویت دی۔ بغض، حسد، نفرت اور طبقاتی اونچ نیچ کو ختم کیا۔ انسانی اقدار کو فروغ دیا۔ اسی سے ایک صالح اور صحت مند سماج کا وجود قائم ہوا۔

غرضیکہ صوفیاء کرام نے اشاعت اسلام اور لوگوں کے تزکہ نفس کی تربیت اور اخلاق و کرداری کی اصلاح کے لے ہر ممکن کوشش کی۔

References:

* Ph. D. Scholar , Lahore Grizon University, Lahore

1. Ayesha Begham. Tareekh-u- Samajiaat (New Dehli: Qomi Council baray Farogh Urdu Zuban, 2003)17.
2. Surah Hajrat, ayat #13.
3. Mashkaral Masabih, Kitab-ul-Eman, babulkabair, 7.
4. Dr. Zia ul Haq, Professer- (Martab) "Urdu Tankid ka Imrani Dabistan" (Lahore: Magrib Pakistan Urdu Academy)17.
5. Ayesha Begham. Tareekh- u- Samajiaat, 21.
6. As Above, 25.
7. As Above, 27
8. Hazrat Khawaja Muhammad Abdul Samad- Eslahat Sufiya (Lahore: Sang-e-mil Publication, 2011)108.
9. Memon Abdul Majeed Sindhi, Dr.- Pakistan main Sufiyana Tekreekey (Lahore: Sangmil Publications, 2000) 5 - 6.
10. Mian Tufail Mohammad (Mutarjam)- Kashfulmajoob (Lahore: Islamic Publications, 1994)92.
11. As Above, 43
12. As Above, 76
13. As Above, 28
14. Maqsood Ahmed Sabri, Sahibzada- Tajaliyat Khawajgha Chisht (Rawalpindi: Maqtaba Sabri,2005)229.
15. Memon Abdul Majeed Sindhi, Dr.- Pakistan main Sufiyana Tekreekey, 239
16. Iqbal- Baley Jibreel (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1975)34.
17. Memon Abdul Majeed Sindhi, Dr.- Pakistan main Sufiyana Tekreekey, 362
18. Abdul Majeed Bhatti- Qafiyan Shah Hussain (Lahore: Punjabi Adbi Academy, 1961)160.
19. Sultan Altaf Ali- Abiyaat Bahu ma Tarjuma o Sharah (Lahore: Al Farooq Book Foundation)165.
20. Abdul Majeed Bhatti- Qafiyan Shah Hussain, 2
21. As Above, 50.
22. Memon Abdul Majeed Sindhi, Dr.- Pakistan main Sufiyana Tekreekey, 245
23. As Above, 245